# لازوال

## اداریہ

### جموں میں ڈینگی کے بڑھتے ہوئے کیسز تشویناک!

اگر بات کی جائے ڈینگی بخار کا عالمی بوجھ مسلسل بڑھتا جا رہا ہے، حالیہ برسوں میں رپورٹ ہونے والے کیسز میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔ وہیں جموں خطہ میں ڈینگی پھیلنے نے تشویشناک موڑ اختیار کر لیا ہے، اگست اور ستمبر کے مہینوں میں رپورٹ ہونے والے کیسز میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔ جبکہ جموں خطے میں پچھلے ایک ہفتے کے دوران انفیکشن میں مسلسل اضافہ ہوا ہے۔ ملی ایک جانکاری کے مطابق روزانہ کی تعداد میں 19 سے 83 کے درمیان اتار چڑھاؤ آتا ہے۔ وہیں اس سلسلہ میں جموں وکشمیر کے محکمہ صحت کی طرف سے فراہم کردہ اعداد وشمار کے مطابق، جموں اور آس پاس کے اضلاع میں ڈینگی کے کیسز میں اضافہ ہو رہا ہے۔ زیادہ تر کیسز بالغوں کی ہیں، جبکہ بچوں میں ان کی تعداد کم بتائی جا رہی ہے۔ اس تناظر میں ڈینگی کے پھیلاؤ کو روکنے کیلئے جموں میونسپل کارپوریشن نے ایک خصوصی فوگنگ مہم بھی شروع کی ہے۔ جبکہ یہ مہم اب ڈبل شفٹوں میں چلائی جا رہی ہے، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ مچھروں کی افزائش کے مقامات کو مؤثر طریقے سے ختم کرنے کیلئے ان اہم علاقوں میں دو بار فوگنگ کی جائے۔ اس میں کوئی شک کی بات نہیں جے ایم سی اپنا کام کر رہی ہے۔ لیکن وہیں ڈینگی کے بڑھتے کیسز نے ایک تشویشناک صورت اختیار کر لی۔ اس سلسلہ میں آج یہاں جموں میں لوگوں کی طرف سے احتجاج بھی درج کروایا گیا کہ جے ایم سی کی نااہلی کی وجہ سے جموں میں ڈینگی کے کیسز میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ وہیں اس سلسلہ میں مشن اسٹیٹ ہڈ کیے صدر سنیل ڈمپل نے باضابطہ طور پر ایک احتجاج کی قیادت کی اور جے ایم سی کو اس پورے معاملے کیلئے ذمہ دار ٹھہرایا۔ حلانکہ جموں میونسپل کارپوریشن کے خصوصی ونگ نے آج بھی جموں کے مختلف مقامات پر فوگنگ مہم چلائی۔ لیکن عوام کی یہ غصہ اور ناراضگی بھی جائز ہے کیونکہ گزشتہ دو مہینوں میں ڈینگی کے کیسوں میں جس طریقے سے مسلسل اضافہ ہو رہا ہے، اگر اس پر کنٹرول نہ کیا گیا تو یقیناً یہ مسئلہ ایک سنگین صورت حال اختیار کر سکتا ہے۔

# پہاڑی علاقے کی خستہ حال سڑکوں سے حادثات کا بڑھتا خطرہ

پہاڑی علاقے قدرتی حسن اور دلکش مناظر کے لئے مشہور ہیں، لیکن ان علاقوں کی خستہ حال سڑکیں لوگوں کے لئے ایک بڑا خطرہ بن چکی ہیں۔ ایک جانب جہاں یہ سڑکیں دیہی عوام کی زندگی کا اہم حصہ ہیں، وہیں ان کی بگڑتی ہوئی حالت، انسانی جانوں کے لئے بڑا چیلنج بن چکی ہے۔ ان پہاڑی علاقوں میں موجود سڑکوں کی خستہ حالت کی بنیادی وجہ محکمہ کی عدم توجہی ہے۔ اکثر سڑکیں تنگ، کچی اور پرانی ہوتی ہیں، جن پر سال بھر کی بارشوں اور برفباری کا براہ راست اثر ہوتا ہے۔ ان علاقوں میں مرمت اور ترقیاتی کاموں کی کمی انہیں مزید خستہ حال بنا دیتی ہے۔ جبکہ بڑے شہروں کی سڑکوں کی طرف حکومت کی توجہ زیادہ ہوتی ہے۔ پہاڑی علاقوں کی سڑکیں اکثر نظر انداز کی جاتی ہیں۔

سڑکوں پر پیدا ہونے والے گڑھے، ٹوٹ پھوٹ اور پانی کی نکاسی کا فقدان، گاڑی چلانے والوں کے لئے حادثات کا باعث بنتا ہے۔ خستہ حال سڑکوں کا اثر صرف انسانوں کی جانوں تک محدود نہیں بلکہ معیشت پر بھی پڑتا ہے۔ ان علاقوں میں سیاحت ایک بڑا ذریعہ معاش ہے، لیکن خراب سڑکوں کی وجہ سے یہاں سیاح کم آتے ہیں، جس سے مقامی لوگوں کا روزگار متاثر ہوتا ہے اور انہیں معاشی نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ حال ہی میں دائر کی گئی آر ٹی آئی کے جواب میں جموں وکشمیر ٹریفک ہیڈکوارٹر کے ذریعہ سڑک حادثات سے متعلق جو ڈیٹا شیئر کیا گیا ہے وہ بہت خوفناک ہے۔ آر ٹی آئی کے جواب میں جموں وکشمیر ٹریفک ہیڈکوارٹر نے کہا کہ گزشتہ پانچ سالوں میں مرکز کے زیر انتظام علاقے میں 896,28 سڑک حادثات ہوئے ہیں، جن میں 4,251 لوگوں کی جانیں گئیں، جبکہ 725,37 زخمی ہوئے۔

ریحانہ بانو
ڈوڈہ، جموں

سب سے زیادہ سڑک حادثات خطہ جموں میں ریکارڈ کیے گئے ہیں۔ 2023 میں جموں ڈویژن میں سب سے زیادہ 943,3 سڑک حادثات ریکارڈ کیے گئے، جس کے نتیجے میں 598 افراد ہلاک اور 486,5 زخمی ہوئے، جبکہ اسی سال کشمیر ڈویژن میں 355,2 سڑک حادثات ریکارڈ کیے گئے، جس کے نتیجے میں 295 افراد ہلاک اور 983,2 زخمی ہوئے تھے۔ ان حادثات میں جہاں ڈرائیوروں کی لاپرواہی مانی جا سکتی ہے وہیں سڑکوں کی خراب حالت بھی اس کے لئے برابر کی ذمہ دار ہے۔ اگر جموں وکشمیر کے پہاڑی علاقوں کی بات کریں تو اکثر وبیشتر سڑکیں اتنی زیادہ خستہ حال ہوتی ہیں کہ حادثات کا باعث بن جاتی ہیں۔ ان سڑکوں پر کسی طرح کہ غیر معیاری مواد کا استعمال کیا جاتا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا غیر معیاری مواد استعمال کرتے وقت لوگ ٹھیکہ دار کو کیوں نہیں روکتے ہیں؟ یا انتظامیہ اس پر کوئی توجہ کیوں نہیں دیتی ہے؟ اس سلسلے میں جب پہاڑی علاقہ بانجوا سے تعلق رکھنے والے سماجی کارکن شفقت شاہین شیخ سے بات کی گئی تو انہوں نے بتایا کہ جموں وکشمیر کے پہاڑی علاقوں کی اکثر و بیشتر سڑکیں خستہ حال ہیں۔ اس کی سب سے بڑی وجہ محکمہ اور انتظامیہ کی بے حسی اور لاپرواہی ہے، جس کا فائدہ ٹھیکہ دار اٹھاتے ہیں۔

دراصل شہروں میں بنائی جانے والی سڑکوں پر انتظامیہ کی نظر ہر وقت رہتی ہے لیکن جب پہاڑی علاقوں میں سڑکیں بنائی جاتی ہیں تو ان پر انتظامیہ کی نظر بہت کم رہتی ہے، جس کی وجہ سے ٹھیکے دار ان تمام چیزوں کا استعمال نہیں کرتے جو کسی بہتر سڑک کو بنانے کے لیے کیا جا سکتا ہے۔ اگر ان علاقوں میں حادثات کو روکنا ہے تو پہاڑی علاقوں کی سڑکوں کو بہتر بنانا ہوگا۔ اس کے لئے بہتر کوالٹی کے مواد کا استعمال کرنا ہوگا۔ کیچلو سے تعلق رکھنے والے سابقہ سرپنچ جعفر حسین ملک نے بتایا کہ ہمارے یہاں سڑکوں کی حالت اس لیے خستہ ہوتی ہیں کیونکہ یہاں کی زمین بہت زیادہ کچی ہے جس کی وجہ سے زمین پھسل کر سڑک پر آ جاتی ہے اور پلیاں بن جاتی ہیں۔ جن کی وجہ سے حادثہ ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں میری بات سی مرتبہ ضلع ترقیاتی کمیشنر سے ہوئی کہ وہ ان سڑکوں پر مضبوط دیواروں کی تعمیر کریں تاکہ زمین پسی بن کر سڑک پر نہ آجائے اور سڑک خستہ نہ ہوں۔ پہاڑی علاقوں میں اکثر و بیشتر بارش کے دوران سڑک حادثہ میں اضافہ دیکھا جاتا ہے۔ جب تیز بارش میں پہاڑ کی مٹی اچانک گر کر سڑک پر آجاتی ہے یا پھر خراب مواد کے استعمال کی وجہ سے سڑک پانی میں بہہ جاتی ہے۔ اس سلسلے میں ایس ڈی ایم ٹھاڑی محمد اشرف بچھو نے بتایا کہ میں نے کئی مرتبہ پہاڑی علاقوں کا دورہ کیا اور مجھے یہ چیز بالکل ذہن میں ہے کہ یہاں کی سڑکوں کی حالت بہتر نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے لوگوں کو کئی طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ہمارے پاس اتنے زیادہ فنڈز نہیں آتے ہیں کہ ہم اس سے سڑک کی حالت کو بہتر بنائیں۔ لیکن جو عوامی نمائندے ہیں ان کے پاس کئی طرح کی فنڈز آتے ہیں۔ اگر ان سے میٹنگ کی جائے ان تک یہ بات پہنچائی جائے تو شاید یہ کام ممکن ہو سکتا ہے۔

اس سلسلے میں ضلع ترقیاتی کمشنر ڈوڈہ ہرونڈر سنگھ نے کہا کہ انتظامیہ کی جانب سے ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے کہ خراب سڑکوں کی حالت کو بہتر کیا جائے۔ اس کے لئے وقت وقت پر اس کی مرمت کرائی جاتی ہے۔ لیکن کچھ سڑک کنارے رہنے والے باشندے گھر کا پانی سڑک پر بہا دیتے ہیں۔ جس سے سڑک پر پانی جمع ہونے لگتا ہے اور وہ اسے خراب کر دیتا ہے۔ اس لئے جہاں انتظامہ اپنی ذمہ داری ادا کرتا ہے تو وہیں مقامی باشندوں کو بھی چاہئے کہ وہ اپنی ذمہ داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے سڑکوں کی حالت کو بہتر بنانے رکھنے میں ہماری مدد کریں۔

انہوں نے بتایا کہ ہم نے ان علاقوں کی بہت ساری سڑکوں کی مرمت کے لئے محکمہ کو پروپوزل بھیج دیے ہیں۔ منظوری ملتے ہی ان پر فوری کام شروع کیا جائے گا۔ جس سے حادثوں میں کمی لائی جا سکے۔ یہ مسئلہ محض انتظامیہ کی ذمہ داری تک محدود نہیں ہے۔ سڑکوں کی مرمت اور دیکھ بھال کے لئے حکومت کے ساتھ ساتھ عوام کا تعاون بھی ضروری ہے۔

پہاڑی علاقوں کے لوگوں کو اپنی آواز بلند کرتے رہنی ہوگی تاکہ ان علاقوں کی سڑکوں کی حالت بہتر بنائی جا سکے۔ حکومت کو پہاڑی علاقوں میں ترقیاتی منصوبوں پر زیادہ توجہ دینی چاہیے اور خاص کر سڑکوں کی مرمت کو اولین ترجیح دینی چاہیے۔ اس کے علاوہ، جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے سڑکوں کو مضبوط اور پائیدار بنانے کے لئے اقدامات کرنا ضروری ہیں تاکہ پہاڑی علاقوں میں حادثات کی تعداد کو کم کیا جا سکے۔ پہاڑی علاقوں کی خستہ حال سڑکیں نہ صرف حادثات کا باعث بن رہی ہیں بلکہ یہ ان علاقوں کی ترقی میں بھی رکاوٹ بن چکی ہیں۔ بہتر سڑکیں اور محفوظ سفر ترقی کے لئے از حد ضروری ہیں۔

(چرخہ فیچرس)

# راجستھان میں پانی کی قلت سے زراعت اور مویشی پالن پر بحران

راجستھان کا صحرا اپنی سخت آب وہوا اور خشک سالی کے لیے معروف ہے لیکن حالیہ برسوں میں پانی کی قلت نے ایک سنگین صورت حال اختیار کر لی ہے۔ بڑھتی آبادی، ماحولیاتی تبدیلیاں اور پانی کے ناقص انتظامات دیہی راجستھان کے لیے ایک بڑا چیلنج بن چکے ہیں۔ موسمیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے بارشوں میں بے قاعدگی اور زیر زمین پانی کے ذخائر میں کمی نے زراعت اور پینے کے صاف پانی کی فراہمی کو متاثر کیا ہے۔ دیہی علاقوں میں پانی کی قلت کا مسئلہ خاص طور پر سنگین ہے۔ لوگ اکثر کئی کلومیٹر دور سے پانی لانے پر مجبور ہیں، جس سے خواتین اور بچوں پر اضافی بوجھ پڑتا ہے۔ کسانوں کی فصلیں تباہ ہو رہی ہیں اور مویشیوں کو پانی کی کمی کی وجہ سے شدید مشکلات کا سامنا ہے۔ حالانکہ حکومت نے کئی اقدامات اٹھائے ہیں جیسے کہ جل جیون مشن اور چھوٹے تالابوں اور ڈیموں کی تعمیر لیکن یہ کافی نہیں ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مقامی سطح پر پانی کے روایتی طریقوں جیسے کہ چیک ڈیم بارش کے پانی کا ذخیرہ اور زمینی پانی کی ریچارج کو فروغ دیا جائے۔ ساتھ ہی پانی کے صحیح استعمال اور اس کے تحفظ کے حوالے سے عوامی آگاہی میں بھی اضافہ کرنا ہوگا۔ راجستھان کے سرحدی ضلع بیکانیر کے بلاک لنکرنسر سے 13 کلومیٹر کی مسافت پر واقع راجپورا بدان گاؤں آباد ہے۔ جہاں پینے کے صاف پانی کی کمی کی وجہ سے لوگ 800 روپے ادا کر کے دور دراز ٹینکر سے پانی منگوا کر اپنی ضرورتوں کو پوری کرتے ہیں۔ زیر زمین جو پانی ہے وہ نہایت ہی کھارا ہے جس کا استعمال پالتو جانوروں اور دودھ دینے والے مویشیوں کے لئے بھی نہیں کیا جا سکتا ہے۔

جمنا شرما

اس سلسلے میں گاؤں کے باشندے مولا رام بتاتے ہیں کہ پانی کی قلت کی وجہ سے یہاں کے لوگوں کو شدید مشکلات کا سامنا ہے۔ یہ پانی صرف انسان ہی نہیں بلکہ جانوروں کے پینے لائق بھی نہیں ہے۔ زراعت پر منحصر کسانوں کو فصلیں اگانے میں دشواری ہوتی ہے اور مویشیوں کے لیے چارہ اور پانی کی کمی نے ہماری زندگیوں کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔ دیہی علاقوں میں پانی کے وسائل ناپید ہو رہے ہیں اور لوگ پانی کے لیے دور دراز علاقوں کا سفر کرنے پر مجبور ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ پانی کی قلت دیہی راجستھان کے لیے ایک خاموش بحران بنتی جا رہی ہے، جو نہ صرف انسانی زندگی کو متاثر کر رہی ہے بلکہ حیوانات اور نباتات کے لیے بھی تباہ کن ثابت ہو رہی ہے۔ راجستھان کے زیادہ تر علاقے صحرائی ہیں، جہاں بارش کی شرح پہلے ہی کم ہے۔ لیکن حالیہ برسوں میں بارشوں میں مزید کمی اور زیر زمین پانی کی سطح میں مسلسل کمی نے صورتحال کو اور بھی زیادہ سنگین بنا دیا ہے۔ جس کا حل تلاشنا ضروری ہے۔ اسی گاؤں کی باشندہ تیجا نے پانی کی پریشانیوں کو بیان کرتے ہوئے مسائل کے حل کی طرف توجہ دینے پر زور دیتے ہوئے کہا کہ اس خطرناک صورتحال سے نمٹنے کے لیے ضرورت ہے کہ حکومت پانی کے روایتی ذخائر جیسے کہ جوہڑوں، تالابوں اور کنوؤں کو دوبارہ زندہ کرے اور پانی کے مؤثر انتظام کے لیے دیہی علاقوں میں جدید تکنیک متعارف کروائے۔ پانی کا تحفظ اور بارش کے پانی کو ذخیرہ کرنا اب دیہی علاقوں کے لیے بقا کا سوال بن چکا ہے اس لئے اب اس میں ہر فرد کو اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔

گاؤں کے ایک دیگر باشندے روگا رام نے ماضی اور حال کو یکجا کرتے ہوئے بتایا کہ راجستھان کا دیہی علاقہ صدیوں سے زراعت اور مویشی پالن پر منحصر ہے لیکن حالیہ برسوں میں پانی کی شدید قلت نے ان دونوں اہم شعبوں کو شدید نقصان پہنچایا ہے۔ بارش کی بے ترتیبی، زیر زمین پانی کی مسلسل کمی اور موسمیاتی تبدیلیوں نے راجستھان کے کسانوں اور مویشی پالنے والوں کی زندگی کو مشکل بنا دیا ہے۔ راجستھان میں زراعت کا انحصار زیادہ تر بارش پر ہے، لیکن حالیہ سالوں میں بارش کی کمی اور بے قاعدگی نے فصلوں کی پیداوار کو بری طرح متاثر کیا ہے۔ کسان جو پہلے کپاس، باجرہ، اور سرسوں جیسی فصلیں اگایا کرتے تھے، اب پانی کی کمی کے سبب چھوٹی فصلیں بھی ٹھیک سے اگا نہیں پا رہے ہیں۔ بارانی زراعت پر انحصار کرنے والے کسانوں کے پاس نہ تو کھیتوں کو سیراب کرنے کے لیے پانی دستیاب ہے اور نہ ہی بارش کے متبادل ذرائع موجود ہیں۔ اس کے نتیجے میں کسان مالی بحران کا شکار ہو رہے ہیں۔ زرعی پیداوار میں کمی کی وجہ سے ان کی آمدنی میں بھاری کمی آئی ہے اور بہت سے کسان قرضوں کے بوجھ تلے دب رہے ہیں۔ حکومت کی طرف سے دیے جانے والے امدادی منصوبے اکثر دیر سے یا ناکافی ثابت ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے کسانوں کو مزید مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس سلسلے میں گاؤں کے سرپنچ نے پانی کی کمی کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ پانی کی کمی کا دوسرا سب سے بڑا اثر مویشی پالن پر پڑ رہا ہے۔ راجستھان کے دیہی علاقوں میں مویشی پالن ایک اہم ذریعہ معاش رہا ہے، خاص طور پر اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکریوں کا پالن۔ لیکن پانی کی قلت نے چارے کی فراہمی کو بھی مشکل بنا دیا ہے، جس سے مویشیوں کی صحت متاثر ہو رہی ہے۔ مویشیوں کے لیے پینے کا پانی دستیاب نہیں ہے اور چارے کی قلت جانوروں کی تعداد میں کمی کا سبب بنا ہے۔

اونٹ، جو راجستھان کی پہچان ہیں، آج پانی اور چارے کی کمی کی وجہ سے ختم ہوتے جا رہے ہیں۔ گائے اور بکریاں بھی مناسب خوراک نہ ملنے کی وجہ سے بیمار اور کمزور ہو رہی ہیں، جس کا اثر دیہی معیشت پر پڑ رہا ہے۔ سرپنچ نے کچھ تجاویز رکھتے ہوئے اپنی بات کو جاری رکھا کہ دیہی راجستھان میں پانی کی قلت ایک سنگین مسئلہ ہے جس سے زراعت اور مویشی پالن دونوں بری طرح متاثر ہو رہے ہیں۔ اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ حکومت اور مقامی ادارے مل کر مؤثر حکمت عملی تیار کریں۔ اس کے علاوہ دیہی علاقوں میں پانی کے روایتی ذخائر جیسے جوہڑ، تالاب اور کنوئیں پھر سے بحال کیے جائیں تاکہ بارش کے پانی کو محفوظ کیا جا سکے۔ خشک سالی سے متاثر علاقوں میں پانی کے کم استعمال والی زرعی تکنیکوں کو فروغ دینا ہوگا، جیسے ڈرپ ایریگیشن اور مائیکرو ایریگیشن، ساتھ ہی مقامی سطح پر بارش کے پانی کو ذخیرہ کرنے کے لیے اقدامات کیے جائیں تاکہ فصلوں کو بروقت پانی فراہم ہو سکے۔ وہیں مویشی پالنے والوں کے لیے خشک سالی کے دوران چارے اور پانی کا انتظام کیا جائے تاکہ مویشیوں کی صحت اور تعداد کو برقرار رکھا جا سکے۔ پانی کی قلت ایک فوری حل طلب مسئلہ ہے اور اگر اس پر سنجیدگی سے توجہ نہ دی گئی تو دیہی راجستھان کی معیشت مزید بگڑ سکتی ہے۔ جو پانی دستیاب ہے اس کے بوند بوند کی حفاظت ہم سب کی ذمہ داری ہے تاکہ صرف ہمارے لئے ہی نہیں بلکہ آنے والی نسلوں کو بھی پانی میسر ہو سکے۔ (چرخہ فیچرس)

# مسلمانوں کی وراثت کا تحفظ بی ایک قومی ذمہ داری

ہندوستان کی تاریخ مسلمانوں کی عظیم وراثت سے بھرپور ہے۔ ساتویں صدی عیسوی میں محمد بن قاسم کی سندھ آمد کے بعد، مسلمانوں کا اس خطے میں اثر و رسوخ بڑھتا گیا۔ ان کی آمد سے نہ صرف سیاسی تبدیلیاں آئیں بلکہ تہذیب وتمدن، زبان، علم و ادب، اور فنون لطیفہ کے میدان میں بھی انمٹ نقوش چھوڑے گئے۔ دہلی سلطنت اور مغلیہ سلطنت کے ادوار کو اسلامی تاریخ کے اہم ترین ادوار میں شمار کیا جاتا ہے، جہاں اسلامی طرز حکمرانی اور تہذیب کا عظیم اثر ہندوستان کے مختلف علاقوں پر دیکھا جا سکتا ہے۔ مسلمان حکمرانوں نے ہندوستان میں تعمیراتی، ثقافتی اور معاشرتی تبدیلیاں متعارف کروائیں۔ ان کے دور میں فن تعمیر میں نئی جدتیں آئیں، علوم کے فروغ کے لیے تعلیمی ادارے قائم کیے گئے، اور زبان و ادب کے میدان میں نئی راہیں ہموار کی گئیں۔ ان کا یہ ورثہ آج بھی ہندوستانی ثقافت اور تہذیب کا ایک لازمی حصہ ہے۔

مولانا قاری اسحاق گورا

ہندوستان میں مسلمانوں کی سب سے اہم اور نمایاں خدمات میں اسلامی فن تعمیر کا ایک خاص مقام ہے۔ مسلمانوں نے ہندوستان کی تعمیراتی روایت میں انقلاب برپا کیا اور بے مثال عمارات تعمیر کیں، جن میں تاج محل، قطب مینار، لال قلعہ، ہمایوں کا مقبرہ، اور گول گنبد جیسے آثار شامل ہیں۔ یہ عمارات اسلامی فن تعمیر کی شاندار مثالیں ہیں جو نہ صرف مسلمانوں کی مہارت کا ثبوت ہیں بلکہ آج بھی دنیا بھر کے سیاحوں کے لیے توجہ کا مرکز ہیں۔

تاج محل: آگرہ میں واقع تاج محل مغل شہنشاہ شاہجہان نے اپنی بیوی ممتاز محل کی یاد میں تعمیر کروایا تھا۔ یہ عمارت اسلامی اور ہندوستانی فنون کا حسین امتزاج ہے اور اسے دنیا کے سات عجائبات میں شامل کیا گیا ہے۔ تاج محل کی تعمیر میں سفید سنگ مرمر، قیمتی جواہرات، اور اسلامی آرٹ کے حسین نقوش کا استعمال کیا گیا ہے۔

قطب مینار: دہلی میں واقع قطب مینار مسلمانوں کی ہندوستان میں آمد کی نشانی ہے۔ یہ دنیا کی سب سے اونچی اینٹوں کی مینار ہے اور دہلی سلطنت کے حکمران قطب الدین ایبک کے دور میں تعمیر کی گئی تھی۔ یہ مینار اسلامی فن تعمیر کی عکاسی کرتی ہے اور آج بھی ہندوستان کے نمایاں تاریخی مقامات میں شامل ہے۔

لال قلعہ: دہلی میں واقع لال قلعہ مغل دور کی عظیم طاقت اور شان وشوکت کی علامت ہے۔ یہ قلعہ مغل شہنشاہ شاہجہان کے دور میں تعمیر کیا گیا تھا اور آج بھی ہندوستانی تاریخ کا ایک اہم حصہ ہے۔ یہ عمارات اسلامی طرز تعمیر کے بہترین نمونے ہیں جنہوں نے ہندوستانی ثقافت کو ایک نیا رخ دیا اور مقامی فن تعمیر پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ ان عمارات کے ذریعے مسلمانوں نے نہ صرف اپنی تہذیب کا اظہار کیا بلکہ ہندوستان کی تعمیراتی وراثت کو بھی مالا مال کیا۔

ہندوستان میں مسلمانوں نے تعلیم کے میدان میں بھی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ مسلمانوں نے مختلف تعلیمی ادارے قائم کیے جو اسلامی اور جدید تعلیم کا امتزاج پیش کرتے تھے۔ ان اداروں میں علم کے مختلف شعبوں میں مہارت حاصل کرنے کے مواقع فراہم کیے گئے۔

دارالعلوم دیوبند: ہندوستان میں اسلامی علوم کے فروغ کے لیے دیوبند میں دارالعلوم کی بنیاد رکھی گئی۔ یہ ادارہ آج بھی اسلامی تعلیمات کے فروغ میں اہم کردار ادا کر رہا ہے اور دنیا بھر سے طلبہ یہاں آ کر اسلامی علوم حاصل کرتے ہیں۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ: جامعہ ملیہ اسلامیہ مسلمانوں کے تعلیمی ورثے کی ایک اور عظیم مثال ہے۔ یہ ادارہ جدید اور اسلامی علوم کے امتزاج کی ایک بہترین مثال ہے اور آج بھی ہندوستان کے بہترین تعلیمی اداروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ ان تعلیمی اداروں کے ذریعے مسلمانوں نے ہندوستان میں علم و دانش کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا ہے اور آج بھی یہ ادارے طلبہ کو اسلامی اور جدید علوم میں مہارت فراہم کر رہے ہیں۔

ہندوستان میں مسلمانوں نے زبان و ادب کے میدان میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ اردو زبان کا فروغ مسلمانوں کی ہندوستانی ثقافت پر ایک اور اہم ورثہ ہے۔ یہ زبان فارسی، عربی اور ہندوستانی زبانوں کے ملاپ سے وجود میں آئی اور جلد ہی ہندوستان کے مختلف علاقوں میں مقبول ہو گئی۔

اردو ادب: اردو زبان نے ہندوستانی ادب کو مالا مال کیا۔ غالب، میر تقی میر، اور علامہ اقبال جیسے عظیم شعراء نے اردو زبان میں اپنے خیالات کا اظہار کیا اور اس زبان کو ایک نئی پہچان دی۔ اردو شاعری اور نثر نے ہندوستان کے ادب کو ایک نیا رنگ دیا اور یہ زبان آج بھی ہندوستان میں بولی اور سمجھی جانے والی ایک اہم زبان ہے۔ اردو زبان نے ہندوستانی ادب پر بھی گہرے اثرات مرتب کیے ہیں اور یہ زبان آج بھی مقبولیت کی حامل ہے۔ مسلمانوں کا یہ ورثہ ہندوستان کی تہذیب وثقافت کا ایک لازمی حصہ بن چکا ہے۔

ہندوستان میں مسلمانوں کے زیر اثر تعمیر شدہ بے شمار عمارات اور آثار قدیمہ آج زوال کا شکار ہیں اور انہیں تحفظ کی اشد ضرورت ہے۔ اگرچہ کچھ آثار کو حکومتی اور بین الاقوامی تنظیموں جیسے یونیسکو کی طرف سے عالمی ورثے کا درجہ حاصل ہوا ہے، تاہم بہت سے تاریخی مقامات مناسب دیکھ بھال سے محروم ہیں۔

مساجد اور مقابر: ہندوستان میں کئی مساجد اور مقابر مسلمانوں کے تاریخی ورثے کا حصہ ہیں، جن میں جامع مسجد دہلی، فتح پور سیکری، اور بیجاپور کی گول گنبد شامل ہیں۔ یہ مساجد اسلامی فن تعمیر کا شاہکار ہیں، لیکن آج ان میں سے بہت سی عمارتیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں اور ان کی مرمت اور دیکھ بھال کے لیے مناسب وسائل دستیاب نہیں ہیں۔

حفاظتی چیلنجز: تاریخی مقامات کی حفاظت میں کئی مسائل درپیش ہیں۔ قدرتی عوامل جیسے بارش، آلودگی اور زلزلے ان عمارات کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ، تاریخی مقامات پر غیر قانونی تجاوزات اور قبضے کی وجہ سے بھی ان کی حالت خراب ہو رہی ہے۔ حکومتی وسائل کی کمی اور عوامی آگاہی کی کمی کے باعث، بہت سے تاریخی مقامات بربادی کے دہانے پر ہیں۔

ہندوستان میں مسلمانوں کے تاریخی مقامات کی حفاظت ایک اہم مسئلہ بن چکی ہے۔ بابری مسجد کا معاملہ اس بات کی واضح مثال ہے کہ کیسے مذہبی تنازعات کی وجہ سے ایک تاریخی مسجد کو منہدم کیا گیا۔ بابری مسجد کے بعد دیگر مساجد اور درگاہوں پر بھی حملے ہوئے ہیں، اور مسلمان اپنے تاریخی مقامات کی حفاظت کے حوالے سے مسائل کا شکار ہیں۔

مذہبی تنازعات: مسلمانوں کے تاریخی مقامات پر بڑھتے ہوئے مذہبی تنازعات نے ان کے تحفظ کو مشکل بنا دیا ہے۔ بابری مسجد کی شہادت کے بعد سے کئی مساجد پر دعوے کیے گئے ہیں اور ان کے قانونی اور مذہبی حیثیت پر سوالات اٹھائے جا رہے ہیں۔

حکومتی عدم توجہ: مسلمانوں کے تاریخی مقامات کو محفوظ کرنے کے لیے حکومتی اقدامات ناکافی ہیں۔ بعض مقامات پر غیر قانونی تعمیرات کی اجازت دی جاتی ہے، جو ان عمارات کو مزید نقصان پہنچا رہی ہیں۔ مسلمانوں کے تاریخی ورثے کی حفاظت کے لیے حکومتی سطح پر بہتر پالیسیوں اور وسائل کی ضرورت ہے۔

مسلمانوں کے تاریخی ورثے کی بحالی ایک اہم ضرورت بن چکی ہے۔ یہ عمارات اور آثار قدیمہ صرف مسلمانوں کا ورثہ نہیں بلکہ ہندوستانی تاریخ اور ثقافت کا ایک لازمی حصہ ہیں۔ ان کی حفاظت اور بحالی کے لیے حکومت، غیر سرکاری تنظیمیں، اور عوامی تعاون ضروری ہے۔

عوامی آگاہی: مسلمانوں کے تاریخی مقامات کی حفاظت کے لیے عوامی آگاہی مہمات کا انعقاد ضروری ہے تاکہ لوگ ان آثار کی اہمیت کو سمجھ سکیں اور ان کی حفاظت کے لیے اقدامات کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ حکومت کو بھی ان تاریخی مقامات کی مرمت اور بحالی کے لیے مزید وسائل مہیا کرنے کی ضرورت ہے۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی تاریخی وراثت اور آثار قدیمہ ہندوستانی ثقافت کا ایک اہم حصہ ہیں۔ ان کی حفاظت اور بحالی نہ صرف مسلمانوں بلکہ پوری ہندوستانی قوم کی ذمہ داری ہے۔ اگر ہم اپنے ماضی کو محفوظ نہ رکھ سکے تو ہم اپنی شناخت کھو دیں گے۔ یہ ورثہ ہماری مشترکہ تاریخ اور ثقافت کی نمائندگی کرتا ہے، اور اس کی حفاظت ہندوستان کے مستقبل کی تعمیر میں اہم کردار ادا کرے گی۔